QuranUrdu.com

تفہیم القرآن

المُطَفِّفِین

(۸۳)

QuranUrdu.com

المطففین

نام

پہلی ہی آیت وَيۡلٌ لِّلۡمُطَفِّفِيۡنَ سے ماخوذ ہے۔

زمانۂ نزول

اس کے اندازِ بیان اور مضامین سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ یہ مکّۂ معظّمہ کے ابتدائی دَور میں نازل ہوئی ہے جب اہلِ مکہ کے ذہن میں آخرت کا عقیدہ بٹھانے کے لیے پے در پے سورتیں نازل ہو رہی تھیں، اور اس کا نزول اُس زمانے میں ہوا ہے جب اہلِ مکہ نے سڑکوں پر، بازاروں میں اور مجلسوں میں مسلمانوں پر آوازے کسنے اور ان کی توہین و تذلیل کرنے کا سلسلہ شروع کر دیا تھا، مگر ظلم و ستم اور مار پیٹ کا دَور ابھی شروع نہیں ہوا تھا۔ بعض مفسرین نے اس سورہ کو مدنی قرار دیا ہے۔ اِس غلط فہمی کی وجہ دراصل ابنِ عباسؓ کی یہ روایت ہے کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم مدینے تشریف لائے تو یہاں کے لوگوں میں کم ناپنے اور تولنے کا مرض بُری طرح پھیلا ہوا تھا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے وَيۡلٌ لِّلۡمُطَفِّفِيۡنَ نازل کی اور لوگ بہت اچھی طرح ناپنے تولنے لگے۔ (نَسائی، ابنِ ماجہ، ابنِ مَرْدُوْیَہ، ابنِ جَرِیر، بَیْہَقِی فی شُعَبِ الایمان) لیکن جیسا کہ اس سے پہلے ہم سورۂ دَہر کے دیباچے میں بیان کر چکے ہیں، صحابہؓ اور تابعینؒ کا یہ عام طریقہ تھا کہ ایک آیت جس معاملے پر چسپاں ہوتی ہو، اس کے متعلّق وہ یوں کہا کرتے تھے کہ یہ فُلاں معاملے میں نازل ہوئی ہے۔ اس لیے ابنِ عباسؓ کی روایت سے جو کچھ ثابت ہوتا ہے وہ صرف یہ ہے کہ جب ہجرت کے بعد نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ کے لوگوں میں یہ بُری عادت پھیلی ہوئی پائی تو اللہ تعالیٰ کے حکم سے آپؐ نے یہ سورت ان کو سنائی اور اِس سے اُن کے معاملات دُرست ہو گئے۔

موضوع اور مضمون

اِس کا موضوع بھی آخرت ہے۔ پہلی چھ آیتوں میں اُس عام بے ایمانی پر گرفت کی گئی ہے جو کاروباری لوگوں میں بکثرت پھیلی ہوئی تھی کہ دوسروں سے لینا ہوتا تھا تو پورا ناپ کر اور تول کر لیتے تھے، مگر جب دوسروں کو دینا ہوتا تو ناپ تول میں ہر ایک کو کچھ نہ کچھ گھاٹا دیتے تھے۔ معاشرے کی بے شمار خرابیوں میں سے اِس ایک خرابی کو، جس کی قباحت سے کوئی انکار نہ کر سکتا تھا، بطورِ مثال لے کر یہ بتایا گیا ہے کہ یہ آخرت سے غفلت کا لازمی نتیجہ ہے۔ جب تک لوگوں کو یہ احساس نہ ہو کہ ایک روز خدا کے سامنے پیش ہونا ہے اور کوڑی کوڑی کا حساب دینا ہے، اُس وقت تک یہ ممکن ہی نہیں ہے کہ وہ اپنے معاملات میں کامل راست بازی اختیار کر سکیں۔ کوئی شخص دیانت داری کو ''اچھی پالیسی'' سمجھ کر بعض چھوٹے چھوٹے معاملات میں

QuranUrdu.com

دیانت برت بھی لے تو ایسے مواقع پر وہ کبھی دیانت نہیں برت سکتا جہاں بے ایمانی ایک ''مفید پالیسی'' ثابت ہوتی ہو۔ آدمی کے اندر سچّی اور مستقل دیانت داری اگر پیدا ہوسکتی ہے تو صرف خدا کے خوف اور آخرت پر یقین ہی سے ہوسکتی ہے، کیونکہ اِس صورت میں دیانت ایک ''پالیسی'' نہیں بلکہ ''فریضہ'' قرار پاتی ہے اور آدمی کے اُس پر قائم رہنے یا نہ رہنے کا انحصار دنیا میں اس کے مفید یا غیر مفید ہونے پر نہیں رہتا۔

اِس طرح اَخلاق کے ساتھ عقیدۂ آخرت کا تعلق نہایت مؤثّر اور دل نشین طریقے سے واضح کرنے کے بعد آیت ۷ سے ۱۷ تک بتایا گیا ہے کہ بدکار لوگوں کے نامۂ اعمال پہلے ہی جرائم پیشہ لوگوں کے رجسٹر (black list) میں درج ہو رہے ہیں اور آخرت میں ان کو سخت تباہی سے دوچار ہونا ہے۔ پھر آیت ۱۸ سے ۲۸ تک نیک لوگوں کا بہترین انجام بیان کیا گیا ہے اور یہ بتایا گیا ہے کہ ان کے اعمال نامے بلند پایہ لوگوں کے رجسٹر میں درج ہو رہے ہیں جس پر مقرّب فرشتے مامور ہیں۔

آخر میں اہلِ ایمان کو تسلّی دی گئی ہے اور اِس کے ساتھ کفار کو خبردار بھی کیا گیا ہے کہ آج جو لوگ ایمان لانے والوں کی تذلیل کر رہے ہیں، قیامت کے روز یہی مجرم لوگ اپنی اِس رَوِش کا بہت بُرا انجام دیکھیں گے اور یہی ایمان لانے والے اِن مجرموں کا بُرا انجام دیکھ کر اپنی آنکھیں ٹھنڈی کریں گے۔

QuranUrdu.com

آیاتہا ۳۶ سُوْرَةُ الْمُطَفِّفِيْنَ مَكِّيَّةٌ رکوعاتہا ۱

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَيْلٌ لِّلْمُطَفِّفِيْنَ ۙ﴿۱﴾ الَّذِيْنَ اِذَا اكْتَالُوْا عَلَى النَّاسِ يَسْتَوْفُوْنَ ﴿۲﴾ۖ
وَاِذَا كَالُوْهُمْ اَوْ وَّزَنُوْهُمْ يُخْسِرُوْنَ ﴿۳﴾ؕ اَلَا يَظُنُّ اُولٰٓئِكَ اَنَّهُمْ
مَّبْعُوْثُوْنَ ۙ﴿۴﴾ لِيَوْمٍ عَظِيْمٍ ۙ﴿۵﴾ يَّوْمَ يَقُوْمُ النَّاسُ لِرَبِّ
الْعٰلَمِيْنَ ﴿۶﴾ؕ كَلَّآ اِنَّ كِتٰبَ الْفُجَّارِ لَفِيْ سِجِّيْنٍ ﴿۷﴾ؕ وَمَآ اَدْرٰىكَ

تباہی ہے ڈنڈی مارنے والوں[۱] کے لیے۔ جن کا حال یہ ہے کہ جب لوگوں سے لیتے ہیں تو پورا پورا لیتے ہیں، اور جب ان کو ناپ کر یا تول کر دیتے ہیں تو انھیں گھاٹا دیتے[۲] ہیں۔ کیا یہ لوگ نہیں سمجھتے کہ ایک بڑے دن[۳] یہ اُٹھا کر لائے جانے والے ہیں؟ اُس دن جب کہ سب لوگ ربّ العالمین کے سامنے کھڑے ہوں گے۔

ہرگز نہیں[۴]، یقیناً بدکاروں کا نامۂ اعمال قید خانے کے دفتر میں ہے[۵]۔ اور تمھیں کیا معلوم

۱- اصل میں لفظ مُطَفِّفِيْنَ استعمال کیا گیا ہے جو تَطْفِيْف سے مشتق ہے۔ عربی زبان میں طَفِیْف چھوٹی اور حقیر چیز کے لیے بولتے ہیں اور تطفیف کا لفظ اصطلاحاً ناپ تول میں چوری چھپے کمی کرنے کے لیے استعمال کیا جاتا ہے، کیونکہ یہ کام کرنے والا ناپ کر یا تول کر چیز دیتے ہوئے کوئی بڑی مقدار نہیں اڑاتا، بلکہ ہاتھ کی صفائی دکھا کر ہر خریدار کے حصّے میں سے تھوڑا تھوڑا اڑاتا رہتا ہے اور خریدار بیچارے کو کچھ پتا نہیں چلتا کہ تاجر اُسے کیا اور کتنا گھاٹا دے گیا ہے۔

۲- قرآنِ مجید میں جگہ جگہ ناپ تول میں کمی کرنے کی سخت مذمّت اور صحیح ناپنے اور تولنے کی سخت تاکید کی گئی ہے۔ سورۂ انعام میں فرمایا: ''انصاف کے ساتھ پورا ناپو اور تولو، ہم کسی شخص کو اس کی مقدرت سے زیادہ کا مکلّف نہیں ٹھیراتے۔'' (آیت ۱۵۲) سورۂ بنی اسرائیل میں ارشاد ہوا: ''جب ناپو تو پورا ناپو اور صحیح ترازو سے تولو۔'' (آیت ۳۵) سورۂ رحمٰن میں تاکید کی گئی کہ ''تولنے میں زیادتی نہ کرو، ٹھیک ٹھیک انصاف کے ساتھ وزن کرو

QuranUrdu.com

مَا سِجِّيْنٌ ۝۸ كِتٰبٌ مَّرْقُوْمٌ ۝۹ وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ۝۱۰ الَّذِيْنَ
يُكَذِّبُوْنَ بِيَوْمِ الدِّيْنِ ۝۱۱ وَمَا يُكَذِّبُ بِهٖٓ اِلَّا كُلُّ مُعْتَدٍ
اَثِيْمٍ ۝۱۲ اِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِ اٰيٰتُنَا قَالَ اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ ۝۱۳ كَلَّا
بَلْ سکتة رَانَ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ مَّا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ۝۱۴ كَلَّآ اِنَّهُمْ عَنْ
رَّبِّهِمْ يَوْمَئِذٍ لَّمَحْجُوْبُوْنَ ۝۱۵ ثُمَّ اِنَّهُمْ لَصَالُوا الْجَحِيْمِ ۝۱۶ ثُمَّ

کہ وہ قید خانے کا دفتر کیا ہے؟ ایک کتاب ہے لکھی ہوئی۔ تباہی ہے اُس روز جھٹلانے والوں کے لیے جو روزِ جزا کو جھُٹلاتے ہیں۔ اور اُسے نہیں جھٹلاتا مگر ہر وہ شخص جو حد سے گزر جانے والا بدعمل ہے۔ اُسے جب ہماری آیات سُنائی جاتی ہیں[۶] تو کہتا ہے یہ تو اگلے وقتوں کی کہانیاں ہیں۔ ہرگز نہیں، بلکہ دراصل اِن لوگوں کے دلوں پر اِن کے بُرے اعمال کا زنگ چڑھ گیا ہے[۷]۔ ہرگز نہیں، بالیقین اُس روز یہ اپنے رب کی دِید سے محروم رکھے جائیں گے[۸]، پھر یہ جہنّم میں جا پڑیں گے، پھر اِن سے

اور ترازو میں گھاٹا نہ دو۔'' (آیات ۸-۹) قومِ شعیب پر جس جرم کی وجہ سے عذاب نازل ہوا، وہ یہی تھا کہ اُس کے اندر ناپ تول میں کمی کرنے کا مرض عام طور پر پھیلا ہوا تھا اور حضرت شعیبؑ کی پے در پے نصیحتوں کے باوجود یہ قوم اِس جرم سے باز نہ آتی تھی۔

۳- روزِ قیامت کو بڑا دن اس بنا پر کہا گیا ہے کہ اس میں تمام انسانوں اور جِنّوں کا حساب خدا کی عدالت میں بیک وقت لیا جائے گا اور عذاب وثواب کے اہم ترین فیصلے کیے جائیں گے۔

۴- یعنی اِن لوگوں کا یہ گمان غلط ہے کہ دنیا میں اِن جرائم کا ارتکاب کرنے کے بعد یہ یونہی چھوٹ جائیں گے اور کبھی اِن کو اپنے خدا کے سامنے جواب دہی کے لیے حاضر نہ ہونا پڑے گا۔

۵- اصل میں لفظ سِجِّیْنٌ استعمال ہوا ہے جو سِجْن (جیل یا قید خانے) سے ماخوذ ہے، اور آگے اُس کی جو تشریح کی گئی ہے اس سے معلوم ہو جاتا ہے کہ اس سے مراد وہ رجسٹر ہے جس میں سزا کے مستحق لوگوں کے اعمال نامے درج کیے جا رہے ہیں۔

۶- یعنی وہ آیات جن میں روزِ جزا کی خبر دی گئی ہے۔

۷- یعنی جزا و سزا کو افسانہ قرار دینے کی کوئی معقول وجہ نہیں ہے، لیکن جس وجہ سے یہ لوگ اسے افسانہ کہتے ہیں

QuranUrdu.com

يُقَالُ هٰذَا الَّذِيْ كُنْتُمْ بِهٖ تُكَذِّبُوْنَ ﴿۱۷﴾ كَلَّآ اِنَّ كِتٰبَ الْاَبْرَارِ
لَفِيْ عِلِّيِّيْنَ ﴿۱۸﴾ وَ مَآ اَدْرٰىكَ مَا عِلِّيُّوْنَ ﴿۱۹﴾ كِتٰبٌ مَّرْقُوْمٌ ﴿۲۰﴾
يَّشْهَدُهُ الْمُقَرَّبُوْنَ ﴿۲۱﴾ اِنَّ الْاَبْرَارَ لَفِيْ نَعِيْمٍ ﴿۲۲﴾ عَلَى الْاَرَآئِكِ
يَنْظُرُوْنَ ﴿۲۳﴾ تَعْرِفُ فِيْ وُجُوْهِهِمْ نَضْرَةَ النَّعِيْمِ ﴿۲۴﴾ يُسْقَوْنَ
مِنْ رَّحِيْقٍ مَّخْتُوْمٍ ﴿۲۵﴾ خِتٰمُهٗ مِسْكٌ ؕ وَ فِيْ ذٰلِكَ فَلْيَتَنَافَسِ

کہا جائے گا کہ یہ وہی چیز ہے جسے تم جھٹلایا کرتے تھے۔

ہرگز نہیں[9]، بے شک نیک آدمیوں کا نامۂ اعمال بلند پایہ لوگوں کے دفتر میں ہے۔اور تمھیں کیا خبر کہ کیا ہے وہ بلند پایہ لوگوں کا دفتر؟ ایک لکھی ہوئی کتاب ہے جس کی نگہداشت مقرب فرشتے کرتے ہیں۔ بے شک نیک لوگ بڑے مزے میں ہوں گے، اُونچی مَسندوں پر بیٹھے نظارے کر رہے ہوں گے، ان کے چہروں پر تم خوش حالی کی رونق محسوس کرو گے۔ ان کو نفیس ترین سربند شراب پلائی جائے گی، جس پر مُشک کی مہر لگی ہوگی[10]۔ جو لوگ دوسروں پر بازی لے جانا چاہتے

وہ یہ ہے کہ جن گناہوں کا یہ ارتکاب کرتے رہے ہیں، ان کا زنگ اِن کے دلوں پر پوری طرح چڑھ گیا ہے، اس لیے جو بات سراسر معقول ہے وہ اِن کو افسانہ نظر آتی ہے۔ اِس زنگ کی تشریح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یوں فرمائی ہے کہ بندہ جب کوئی گناہ کرتا ہے تو اُس کے دل پر ایک سیاہ نقطہ لگ جاتا ہے۔ اگر وہ توبہ کر لے تو وہ نقطہ صاف ہو جاتا ہے، لیکن اگر وہ گناہوں کا ارتکاب کرتا ہی چلا جائے تو پورے دل پر وہ چھا جاتا ہے (مُسْنَدِ احمد، ترْمِذی، نَسائی، ابنِ ماجہ، ابنِ جَریر، حاکم، ابنِ ابی حاتم، ابنِ حبان وغیرہ)

۸ – یعنی دیدارِ الٰہی کا جو شرف نیک لوگوں کو نصیب ہوگا اس سے یہ لوگ محروم رہیں گے۔ (مزید تشریح کے لیے مُلاحظہ ہو: تفہیم القرآن، جلد ششم، القیامہ، حاشیہ ۱۷)

۹ – یعنی اِن لوگوں کا یہ خیال غلط ہے کہ کوئی جزا و سزا واقع ہونے والی نہیں ہے۔

۱۰ – اصل الفاظ ہیں: خِتٰمُهٗ مِسْكٌ۔ اِس کا ایک مفہوم تو یہ ہے کہ جن برتنوں میں وہ شراب رکھی ہوگی، اُن پر مٹّی یا موم کے بجائے مُشک کی مُہر ہوگی۔ اس مفہوم کے لحاظ سے آیت کا مطلب یہ ہے کہ یہ شراب کی ایک نفیس ترین

QuranUrdu.com

الْمُتَنَافِسُوْنَ ﴿۲۶﴾ وَ مِزَاجُهٗ مِنْ تَسْنِيْمٍ ﴿۲۷﴾ عَيْنًا يَّشْرَبُ بِهَا
الْمُقَرَّبُوْنَ ﴿۲۸﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ اَجْرَمُوْا كَانُوْا مِنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا
يَضْحَكُوْنَ ﴿۲۹﴾ وَ اِذَا مَرُّوْا بِهِمْ يَتَغَامَزُوْنَ ﴿۳۰﴾ وَ اِذَا انْقَلَبُوْۤا اِلٰۤى
اَهْلِهِمُ انْقَلَبُوْا فَكِهِيْنَ ﴿۳۱﴾ وَ اِذَا رَاَوْهُمْ قَالُوْۤا اِنَّ هٰۤؤُلَآءِ
لَضَآلُّوْنَ ﴿۳۲﴾ وَ مَاۤ اُرْسِلُوْا عَلَيْهِمْ حٰفِظِيْنَ ﴿۳۳﴾ فَالْيَوْمَ الَّذِيْنَ
اٰمَنُوْا مِنَ الْكُفَّارِ يَضْحَكُوْنَ ﴿۳۴﴾ عَلَى الْاَرَآئِكِ ۙ يَنْظُرُوْنَ ﴿۳۵﴾ هَلْ
ع ۳۶ ۸ ثُوِّبَ الْكُفَّارُ مَا كَانُوْا يَفْعَلُوْنَ ﴿۳۶﴾ ع

ہوں، وہ اِس چیز کو حاصل کرنے میں بازی لے جانے کی کوشش کریں۔ اُس شراب میں تسنیم[11] کی آمیزش ہوگی، یہ ایک چشمہ ہے جس کے پانی کے ساتھ مُقرّب لوگ شراب پییں گے۔

مجرم لوگ دنیا میں ایمان لانے والوں کا مذاق اُڑاتے تھے، جب اُن کے پاس سے گزرتے تو آنکھیں مار مار کر اُن کی طرف اشارے کرتے تھے، اپنے گھروں کی طرف پلٹتے تو مزے لیتے ہوئے پلٹتے تھے[12]، اور جب انھیں دیکھتے تو کہتے تھے کہ یہ بہکے ہوئے لوگ ہیں[13]، حالانکہ وہ اُن پر نگراں بنا کر نہیں بھیجے گئے تھے[14]۔ آج ایمان لانے والے کفار پر ہنس رہے ہیں، مسندوں پر بیٹھے ہوئے ان کا حال دیکھ رہے ہیں، مل گیا نا کافروں کو اُن حرکتوں کا ثواب جو وہ کیا کرتے تھے[15]۔ ع

قسم ہوگی جو نہروں میں بہنے والی شراب سے اشرف و اعلیٰ ہوگی اور اسے جنّت کے خُدّام مُشک کی مُہر لگے ہوئے برتنوں میں لاکر اہلِ جنت کو پلائیں گے۔ دوسرا مفہوم یہ بھی ہوسکتا ہے کہ وہ شراب جب پینے والوں کے حلق سے اُترے گی تو آخر میں اُن کو مُشک کی خوشبو محسوس ہوگی۔ یہ کیفیّت دنیا کی شرابوں کے بالکل برعکس ہے جن کی بوتل کھلتے ہی بُو کا ایک بھپکا ناک میں آتا ہے، پیتے ہوئے بھی ان کی بدبو محسوس ہوتی ہے، اور حلق سے جب وہ اُترتی ہے تو دماغ تک اس کی سڑانڈ پہنچ جاتی ہے، جس کی وجہ سے بدمزگی کے آثار ان کے چہرے پر ظاہر ہوتے ہیں۔

QuranUrdu.com

۱۱- تسنیم کے معنٰی بلندی کے ہیں، اور کسی چشمے کو تسنیم کہنے کا مطلب یہ ہے کہ وہ بلندی سے بہتا ہوا نیچے آ رہا ہو۔

۱۲- یعنی یہ سوچتے ہوئے پلٹتے تھے کہ آج تو مزا آ گیا، میں نے فلاں مسلمان کا مذاق اُڑا کر اور اس پر آوازے اور پھبتیاں کس کر خوب لُطف اٹھایا اور لوگوں میں بھی اس کی اچھی گت بنی۔

۱۳- یعنی اِن کی عقل ماری گئی ہے، اپنے آپ کو دنیا کے فائدوں اور لذّتوں سے صرف اس لیے محروم کر لیا ہے اور ہر طرح کے خطرات اور مصائب صرف اس لیے مول لے لیے ہیں کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے انھیں آخرت اور جنت اور دوزخ کے چکر میں ڈال دیا ہے۔ جو کچھ حاضر ہے اُسے اِس موہوم اُمید پر چھوڑ رہے ہیں کہ موت کے بعد کسی جنّت کے ملنے کا ان سے وعدہ کیا گیا ہے، اور جو تکلیفیں آج پہنچ رہی ہیں اِنھیں اِس خیالِ خام کی بنا پر انگیز کر رہے ہیں کہ دوسری دنیا میں کوئی جہنّم ہوگی جس کے عذاب سے اِنھیں ڈرایا گیا ہے۔

۱۴- اس مختصر سے فقرے میں اُن مذاق اڑانے والوں کو بڑی سبق آموز تنبیہ کی گئی ہے۔ مطلب یہ ہے کہ بالفرض وہ سب کچھ غلط ہے جس پر مسلمان ایمان لائے ہیں لیکن وہ تمھارا تو کچھ نہیں بگاڑ رہے ہیں۔ جس چیز کو انھوں نے حق سمجھا ہے اُس کے مطابق وہ اپنی جگہ خود ہی ایک خاص اخلاقی رَویّہ اختیار کر رہے ہیں۔ اب کیا خدا نے تمھیں کوئی فوج دار بنا کر بھیجا ہے کہ جو تمھیں نہیں چھیڑ رہا ہے اس کو تم چھیڑو، اور جو تمھیں کوئی تکلیف نہیں دے رہا ہے اسے تم خواہ مخواہ تکلیف دو؟

۱۵- اس فقرے میں ایک لطیف طنز ہے۔ چونکہ وہ کفّار کارِ ثواب سمجھ کر مومنوں کو تنگ کرتے تھے، اس لیے فرمایا گیا کہ آخرت میں مومن جنّت میں مزے سے بیٹھے ہوئے جہنم میں جلنے والے اِن کافروں کا حال دیکھیں گے اور اپنے دلوں میں کہیں گے کہ خوب ثواب اِنھیں اِن کے اعمال کا مل گیا۔